

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اخْتِلَافُ اَنَّمَةٍ مُجْهَدِيْنَ

اسباب و آداب

تحریر: حافظ محمد سعد اللہ

مدیر منہاج، دیال سنگھ ٹرست لاہوری لاہور

کن مسائل میں اختلاف ہوا؟

اممہ مجھدین رحمہم اللہ کے درمیان اختلافات (یا حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بقول مسائل میں توسع و تنوع) (۱)، کے اسباب بیان کرنے سے قبل مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کی صراحةً کر دی جائے کہ ائمہ مجھدینؒ کے درمیان اختلاف کن مسائل میں ہوا ہے؟ تاکہ بعض طقوں کی طرف سے ائمہ مجھدینؒ پر بغیر سوچے سمجھے ”تفريق امت“ اور وحدت امت کو پارہ پارہ کرنے کے الزام کی حقیقت بھی سامنے آجائے۔ تو اہل علم اور اہل انصاف بخوبی جانتے ہیں کہ ائمہ مجھدینؒ کے درمیان اختلاف اصولی، اساسی، قطعی الشیوٰت و صریح الدلالۃ احکام یا قرآن مجید کے الفاظ میں ”یہاں“ کے اندر نہیں ہوا بلکہ ان مسائل و احکام میں ہوا ہے جو اپنے شیوٰت صحیت اور دلالت میں قطعی نہیں بلکہ ظنی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ”غیر میہاتی“ ہیں اور ان پر دین کا مدار بھی نہیں۔ بلکہ

۱۔ قال سفیان الثوری لاتقولوا اختلف العلماء فی کذا بل قولوا قد وسع
العلماء علی الأمة بکذا (حضرت سفیان ثوریؓ نے فرمایا: یہ کہو کہ علماء نے فلاں مسئلہ میں
اختلاف کیا بلکہ یہ کہ علماء نے اس طرح امت کے لئے وسعت و مختواں پیدا کی۔)

شوانی، عبد الوہاب: المیران الکبریٰ ج ۲۱، اص ۲۱، بحوالہ مولانا مناظر احسن گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ طبع
مکتبہ رشیدیہ لاہور ص ۷۱۷،

وہ فروعی قسم کے احکام و مسائل ہیں۔ پھر ان میں بھی ائمہ مجتہدین بقول علامہ کوثری ”دو تہائی مسائل میں ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہیں اور باقی ایک تہائی مسائل میں بھی جائز اور ناجائز کا اختلاف نہیں بلکہ فتویٰ اور تقویٰ اولیٰ اور عدم اولیٰ اور احوط و الٹیسٹر (زیادہ احتیاط اور زیادہ آسانی اس رائے میں ہے) کا اختلاف ہے“ (۱) امام جصاص کے مطابق: ”فَقَهَاءُ
كَاخْلَافِ إِنْ أَمْرٍ مِّنْ صِرَاطِهِ كَأَفْضَلٍ أَوْ بِهِترَ كَيْاَهُ“ (۲)

اس اجہال کی تفصیل یہ ہے کہ احکام شریعت دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو بنیادی اصولی اور اساسی نوعیت کے ہیں، جن پر دین و ایمان کا دار و مدار ہے، خواہ ان کا تعلق اعتقادات سے ہو یا اعمال سے مثلاً توحید، رسالت، آسمانی کتابوں، اخروی زندگی، بعثت بعد الہمما، عذاب قبر اور فرشتوں کے وجود پر ایمان لے آتا۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ، ارجان اربد کی فرضیت، زنا، شراب نوشی، سود اور جوئے وغیرہ کی حرمت۔ ان کی حیثیت دین کے حدود اربعہ کی ہے۔ ان کا انکار اور کفر ہے۔ ایسے مسائل میں اختلاف اجتہاد نہیں بلکہ گمراہی اور ابتداع غیر سبیل الممتن ہے۔

دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جو اپنے ثبوت اور صحت کے اعتبار سے قطعی نہیں۔ ان میں رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زیادہ مختلف ارشادات منقول ہیں۔ ان ارشادات نبوی ﷺ میں تقدم و تاخر سے ناداقیت یا موقع و محل سے نا آگہی کی وجہ سے بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے۔ یا اکتاب و سنت میں ان کی تعبیر کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہوں جو ایک سے زیادہ معانی کا اختلال رکھتے ہوں یا ان کی بنیاد قیاس و رائے پر رکھی گئی ہو اور مختلف اشخاص کی آراء میں قادت ایک فطری اور طبی بات ہے۔ ایسے احکام میں غور و فکر اور اجتہاد و استنباط مسائل کے اہل علماء جن کو عام اصطلاح میں مجتہدین کہا جاتا ہے، کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہو تو نہ موم نہیں، محدود ہے اور شریعت کے خلاف نہیں بلکہ شریعت میں

۱۔ علامہ زاہد الکوثری: مقالات الکوثری ص ۱۲۱ طبع انجام ایم سعید کھنپی کراچی،

۲۔ جصاص: احکام القرآن: ۱: ۲۰۳، ۲۰۴، مولانا مناظر احسن گیلانی، مقدمہ مذویں فقہ ص ۱۲۳، طبع

مطلوب و مقصود اور اس بات کا مظہر ہے کہ۔

عَبَارَ أَنَا شَفِىٌ وَ حُسْنُكَ وَاحِدٌ

وَكُلُّ الِّى ذَالِكَ الْجَمَالِ يُشَيِّرُ

اختلاف کا جواز و حکمت:

اس قسم کے اختلاف کے شرعی جواز پر امام شاطئی نے العہ افتقات جلد چہارم کی کتاب الاجتہاد کے تیسرا مسئلہ میں تفصیلی بحث کی ہے اور پھر اس اختلاف کے "فثناء الہی" اور "مرضی رسول" صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے ثبوت پر مولانا ماظہر احسن گیلانی نے اپنے "مقدمہ مدون فقہ" میں کوئی ذیہ سو صفات کے لگ بھگ بڑی طویل مدلل اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کریم اس بات پر قادر تھے کہ فروعی احکام کو اعتقادات و فرائض و واجبات و ضروریات دین کی طرح واضح الفاظ میں اپنی "کتاب حفظ" میں ذکر فرمادیتے یا کم از کم ان احکام کی تفصیلات و بترتیبات کو عہد رسالت سے نماز، روزے کی طرح آج تک ایک اتنی بڑی جماعت کے ذریعے نقل و ابلاغ کرتے کہ وہ تو اتر کا درجہ حاصل کر لیتی اور امت میں کوئی اختلاف نہ ہوتا، لیکن ایسا نہ ہوا کہ خدا کو یہی منظور تھا کہ اساسیات اور بنائے دین قسم کے مسائل میں تو بحث کا دروازہ نہ کھولا جائے مگر دوسرے فروعی و اجتہادی قسم کے مسائل میں فروغ فکر اور بحث و تذیر کا درجہ کھلا رکھا جائے تاکہ فقهاء امت کے اس مخصوصانہ اختلاف سے امت کے لئے وسعت پیدا ہو۔

مولانا ماظہر احسن گیلانی نے معروف صوفی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے حوالے سے ان اختلافی مسائل میں پہاں ایک عجیب اور ایمان افروز حکمت لکھی ہے۔

فرماتے ہیں: (۱)

"نسل انسانی میں جو ذات سر اپا محمد (ستورہ صفات) بنا کر پیدا کی گئی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسی ستورہ صفات کے شاعر الہبی حضرت حساب بن غابث کے مشہور نقیۃ شعر۔

۱۔ مولانا ماظہر احسن گیلانی، مقدمہ مدون فقہ، ص ۷۸، ۷۹، ۸۰، طبع مکتبہ رشید یہ لاہور،

خُلِقَتْ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَانَكَ قَدْ خُلِقَتْ كَمَا تَشَاءُ"

کو سن کر کہنے والا چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ یہ شعر نہیں بلکہ واقعہ تھا، ظاہر ہے کہ جو ذات ایسی ہواں کے ہر فعل اور ہر فعل کے ہر پہلو کو ابد تک اپنی نگاہوں کے سامنے رکھے کے لئے اگر قدرت نے یہ کیا کہ کسی نہ کسی جماعت یا فرد کے دل میں یہ بات ڈال دی گئی کہ وہ اسی کو اختیار کرے تو محبت کا اقتضا اور کیا ہو سکتا ہے۔ شیخ (ابن عربی) کا خیال ہے کہ جو نمازوں میں رفع یہیں کرتے ہوئے خدا کے سامنے جھکتے اور اور اٹھتے بیٹھتے ہیں وہ بھی اسی فعل کے جلوے کو خدا کے سامنے پیش کر رہے ہیں جسے خدا چاہتا ہے اور جو اس عمل کے بغیر اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں وہ بھی وعی کر رہے ہیں جنہیں خدا کا محبوب بندہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا تھا۔

اختلافات کے اسباب

اممہ مجتہدین کے درمیان غیر پیشتری غیر منصوص اجتہادی مسائل میں طبعی میلان، ذوق اور فہم و فراست میں اختلاف و تفاوت کے باعث اختلاف ہو جاتا ایک فطری امر تھا تاہم اس اختلاف کے کچھ ظاہری اسباب بھی تھے۔ متعدد اہل علم و تحقیق نے کمال محبت جتوجاور باریک بینی سے ان اسباب اور بیانوں کا سراغ لگایا ہے جو ائمہ مجتہدین کے درمیان جزوی اختلاف کا باعث بنے ہیں۔ ان اسباب کی تفصیلات جاننے سے قبل یہ بات ذہن میں رہے کہ ائمہ مجتہدین کے اختلاف کو ہمارے آج کے سیاسی مذہبی مسلکی گروہی طبقاتی لسانی، فرقہ دارانہ، تحصیلی، تقدیمی، حاصلدانہ، ریا کارانہ اور مقادیر ستانہ قسم کے اختلافات سے دور کا بھی تعلق اور واسطہ نہیں۔

کارپاکاں را قیاس از خود مکبر
یہ پاک باز اور پاک طینت اور ہر قسم کے حسد، بعض، عناد، حب جاہ، دکھلاوا، ضد،

ہٹ دھرمی، خالفت برائے خالفت، عجب، کبر و غور، اور اس قسم کے دیگر رذائل اخلاق اور قلبی و پاٹنی بیماریوں اور روگوں سے برا، رضائے الٰہی کے جویا، اتباع سنت نبوی ﷺ کے خواگر، محبان صحابہؓ واللہ بیت، علم دین کے خدمت گزار، امت مسلمہ کے نمکسار و خیر خواہ اور قرآن و سنت کے سچے پیروکار اور ماہرین ائمہ مجتہدین، جن کے دلوں میں اللہ کریم نے قرآن و حدیث کی خدمت اور شریعت محمدی ﷺ کی حفاظت کا لاجواب، عدیم انظیر اور کمال ذوق و شوق گلن اور انحصار محنت کا داعیہ پیدا کر دیا تھا۔ اور انہیں تفہم فی الدین کی نعمت سے نواز اتحا، ان کے سوانح حیات طریق استنباط و اجتہاد اور طرز عمل اور سیرت و کردار کو دیکھ کر اکر آنکھوں پر تعصّب کی پئی نہیں بند ہی ہوئی تو آدمی اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان برگزیدہ حضرات (نور اللہ قبورہم) کا اپنے اجتہادات سے مقصود خالصہ لوجہ اللہ غیر منصوص چیش آمدہ زندگی کے نئے مسائل میں قرآن اور سنت نبوی ﷺ کی قریب ترین روح تک پہنچتا تھا۔ وہ اس سلسلے میں امکانی حد تک سئی، قوت غور و قدر، مؤمنانہ فہم و فرست، عالمانہ وسعت نظر، مجتہدانہ و فقیہانہ بصیرت، دور بینی، باریک بینی اور خداداد ملکہ اس تحریج و استنباط اور دیگر ممکنہ وسائل کو کام میں لا کر قرآن و سنت کے حقیقی مشتابک پہنچنے کی مخلاصہ کو شش کرتے تھے۔ اس سلسلے میں اپنے دلائل کی صحت پر بھرپور اعتماد کے پیش نظر وہ دوسروں کے اختلاف یا لومہ لامم کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ دوسرے ان اجتہادات میں ان کے پیش نظر انسانی مصالح اور شریعت اسلامیہ کا عمومی مزاج (سیر، تکلف، تنخیف اور سہولت وغیرہ) بھی رہتا تھا۔ ان اصولوں اور طریق اجتہاد، اپنے اپنے فطری میلان طبع، معلومات، اپنے اپنے علاقے کی ضروریات کے پیش نظر ان میں اختلاف کا ہو جانا ایک قدرتی امر تھا اہم ان اختلاف کے کچھ دیگر اسباب بھی تھے۔ امام شاطی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن رشد اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علاوہ دیگر کئی علماء نے بھی اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔ ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ مجتہدین کے درمیان اختلافات کے چند نمایاں اسباب کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف:

عام مسلمانوں کو شاید اس کا علم نہ ہو مگر اہل علم خصوصاً حدیث و فقہ سے مس رکھنے والے حضرات سے یہ بات مخفی نہیں کہ جو اختلافات آج بظاہر ائمہ مجتہدین کی طرف منسوب ہیں ان اختلافات کا ایک بڑا حصہ دراصل صحابہ کرامؐ علیؐ کے باہمی اختلافات پر ہے اور ان علیؐ سے منتقل ہو کر اختلافات کا یہ قصہ تابعینؐ و تبع تابعینؐ اور ان کے بعد کے طبقات فقہاء میں پہنچا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کرامؐ کو من چیز الجماعت اللہ کر^ع بروی عظمت و جلالت شان عنایت فرمائی ہے۔ انہیں ”رضی اللہ عنہم“ اور ”مُلَّا وَ عَدَ اللَّهِ الْحَسَنِی“ جیسی آیات اتار کر اپنی رضا اور جنت کا سر ثیقیت عنایت فرمار کھا ہے۔ قرآن و حدیث ان کی توصیف اور فضائل و مناقب سے بھرے چڑے ہیں، تاہم سارے صحابہ طبی فہم و فراست میں ایک جیسے نہ تھے۔ سب قادر تری حافظ بھی یکساں نہ تھا۔ سب کو حضور اکرم ﷺ کی صحبت سے مستفید ہونے کا برابر موقعہ بھی نہ ملا تھا۔ اپنی معلومات، تجربہ اور پھر علمی فقہی اور اجتہادی بصیرت میں بھی سب مساوی نہ تھے۔ پھر ملکہ اجتہاد اور قوت استنباط و اختراع مسائل تو کبھی سے زیادہ وہی چیز ہے اس لئے غیر منصوص اور اجتہادی مسائل میں صحابہ کرامؐ کے درمیان اختلافات ہوا، چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی دینیوی زندگی میں بھی اجتہادی مسائل کے اندر صحابہؓ کے درمیان اختلاف رونما ہوا اور بعد میں بھی۔ اجتہاد میں جو مرتبہ خلفاء راشدین، عبادلہ اربعہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت زید بن ثابت اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا وہ دوسرے جلیل القدر اور عظیم الشان صحابہؓ کا نہ تھا۔

تاریخ اسلام کے ہر طالب علم پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صحابہ کرامؐ جو امت کے لئے معیار حق کی حیثیت رکھتے ہیں ان کے مابین بہت سے علمی و شرعی مسائل میں فروعی اختلافات رونما ہوئے اور بعض مسائل پر تو کئی کئی دنوں تک بحث و تجویز بھی ہوتی رہی۔ چنانچہ سفیدہ بنی ساعدة میں مسئلہ خلافت سے لے کر جمع قرآن، حروب ارتداو،

جیش اسامہ اور سواد عراق کی زمینوں کی تقسیم یزید کے خلاف خروج ہیے معرکہ آراء مسائل کے پہلو بہ پہلو عبادات معاملات و راثت، طلاق، نفقہ، تحریرات وغیرہ ایسے سینکڑوں فروعی معاملات میں زبردست اختلافات ابھرے اور قائم رہے۔ لیکن کبھی ان اختلافات کو کسی ایک بھی صحابی رسول ﷺ نے نہ موم یا تفریقہ انگیز نہیں سمجھا، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خود رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرامؐ کے درمیان بعض فقہی مسائل میں اختلاف لائے ہوا اور رسول رحمت ﷺ نہ صرف اختلاف کو درست گردانا بلکہ دونوں فریقوں کو اطاعت و امثال حکم اور حسن نیت و اخلاص کے لحاظ سے صاحب شہر ایا۔ جس سے شریعت کے فروعی مسائل میں فقہی و اجتہادی اختلافات کا نہ صرف جواز فراہم ہوا بلکہ ان اختلافات کی بنا پر امت کے لئے مختلف احوال و احوال میں نت نئے تدریجی تقاضوں کو محلہ ظریفہ ہوئے اتباع شریعت کے دائرہ میں وسعت اور سہولت کے لامتناہی احکامات اجاگر ہوئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے الانساف فی بیان سبب الاختلاف اور رجۃ اللہ البالغ جلد اول کے آخر میں صحابہ کرامؐ کے درمیان مسائل میں باہمی اختلافات کے نو۔ دس اسباب گنوائے ہیں اور ان کے ماتحت صحابہؓ کے باہمی اختلافات کی متعدد مثالیں بیان کی ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”رفع الملام عن الحسنة الاعلام“ میں صحابہ کرامؐ کے اختلافات کی کئی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب نے اس بحث کے آخر میں لکھا ہے:

الفرض صحابہؓ کے مذاہب مختلف ہو گئے اور ان میں سے تابعین نے جس میں سہولت دیکھی اختیار کر لیا۔ اس طرح علماء تابعین میں سے ہر عالم کا اپنی اپنی توجیہ کے مطابق علیحدہ ملک ہو گیا۔ اور اس طرح ہر علاقے میں ایک امام بن گیا۔ جیسے حضرت سعید بن سیتب اور سالم بن عبد اللہ بن عمران کے بعد زہری، قاضی سیجی بن سعید اور ربیعہ بن ابی عبد الرحمن مدینہ منورہ میں، عطاء بن ابی رباح کہ میں، ابراہیم الحنفی اور شعبی کوفہ میں حسن بصری بصرہ میں، طاؤس بن کیان سین میں اور محکوم شام میں امام بنے۔

سعید بن المسیب اور ان کے ہم خیال اصحاب کی رائے یہ تھی کہ حر میں شر لفین

کے رہنے والے تفہم میں سب سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ ان کے مسلک کی بنیاد حضرت عمر، حضرت عثمان، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ اور مدینہ منورہ کے قاضیوں کے فیصلوں پر تھی۔ یہی فقہی ائمۃ آگے چل کر امام مالک کے مسلک کی بنیاد نہ ہوا۔

ابراہیم نجفی اور ان کے اصحاب کی رائے تھی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب فقہ میں متاز و متحكم مقام رکھتے ہیں۔ نیز امام ابو حنیفہ نے بھی اوزاعیٰ سے کہا کہ ابراہیم نجفی سالم بن عبد اللہ بن عمر سے زیادہ فقیہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے مسلک کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن مسعود کے فتاویٰ، حضرت علی المرتضیؑ کے فیصلوں اور قاضی شریعہ دیگر فقائقہ کوفہ کے فیصلوں پر ہے۔

صحابہؓ کرام کے بعد یہی حضرات ایسے تھے جو مختلف مقامات میں لوگوں کی توجہات کا مرکز بننے۔ ان کے پاس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تھیں۔ صحابہؓ کرامؓ کے اجتہادات، اقوال، آراء، فیصلے اور فتاویٰ تھے۔ علاوہ ازیں کچھ نئے حالات و مسائل بھی تھے، جن میں ان حضرات کی مستقل رائیں تھیں۔ اجتہاد و استنباط کے مختلف طریقے اور مختلف نقطہ نظر تھا۔ ہر علاقے کے عوام و خواص اپنے اپنے علاقے کے ائمہ و فقهاء پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ یوں آگے چل کر علیحدہ علیحدہ فقہی مسلک معرض وجود میں آئے۔

(ب) حدیث امام تک پہنچی ہی نہ ہو:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؓ نے ”رفع الملام عن الاعنة“ کے آغاز میں ہی اس امر کی صراحة کر دی ہے کہ جن ائمہ مجتہدین کو اس امت کی جانب سے قبول عام کی سند حاصل ہوئی ان میں ایک بھی ایسا نہیں جس نے بکسی بڑے یا چھوٹے معاطلے میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی ہو۔ تاہم یہ بات ہو سکتی ہے کہ کوئی حدیث امام تک پہنچی ہی نہ ہو۔ ظاہر ہے جب وہ حدیث ان کو ملی ہی نہیں تو اس پر عمل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نہ وہ امام اس حدیث پر عمل کرنے کا شرعاً مکلف ہے۔ حدیث موصول نہ ہونے کی

سورت میں اس نے کسی آیت و حدیث کے ظاہری مفہوم یا اپنے قیاس اور استحباب الحال کی بنا پر جو بھی فتویٰ دیا وہ اس حدیث کے موافق بھی ہو سکتا ہے مخالف بھی۔ ائمہ سلف سے جو اقوال بعض احادیث کے خلاف مقول ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے۔

امت محمدیہ (علیٰ و تحقیق مجتبی فتحہ اسلامی) کا کوئی بڑے سے بڑا محدث یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے جملہ احادیث نبوی (علیٰ و تحقیق مجتبی فتحہ اسلامی) کا احاطہ کر لیا ہے۔ اس کی عمدہ ترین مثال حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا وجود مسعود ہے۔ بلاشبہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال، اعمال، اقوال اور سنن کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اہم مسائل میں انہیں احادیث کا علم نہ تھا جب کہ دوسرے صحابہ، جو مرتبہ میں یقیناً ان کے برابر نہیں تھے، ان کو جانتے تھے۔ مثلاً حضرت صدیق اکبرؓ کو دادی کی میراث کے معاملے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان معلوم نہیں تھا (۱) اس طرح حضرت فاروق اعظمؓ جیسے جلیل المرتبۃ صحابیؓ کو یہ حدیث معلوم نہ تھی کہ اگر آدمی کو کسی گھر میں داخل ہونے کے لئے تین مرتبہ اجازت نہ ملے تو وہ آدمی واپس آجائے۔ (۲)

علاوه ازیں ابن تیمیہ نے کوئی چودہ عدد مسائل ایسے شمار کئے ہیں جن میں حضرت فاروقؓ کو حدیث نبوی (علیٰ و تحقیق مجتبی فتحہ اسلامی) معلوم نہ تھی۔ (۳) یہی حال دیگر صحابہؓ کرام کا تھا۔

۱۔ (ا)۔ امام ذہبی: تذکرۃ الحفاظ: ۱: ۲، طبع حیدر آباد کن۔

(ب)۔ ابن تیمیہ، رفع الملام عن الانہمة الاعلام (مترجم) ص ۲۲، مطبوعہ طارق اکیڈمی فصل آباد،

۲۔ (ا)۔ صحیح بخاری (ابواب الاستیذان باب التسلیم والاستندان ثلثا) ج ۲ ص ۹۲۳، طبع سعید سمنی کراچی،

(ب)۔ صحیح مسلم (کتاب الاداب باب الاستیذان) ج ۲ ص ۲۱۰، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی،

(ج)۔ شمس الدین ذہبی: تذکرۃ الحفاظ: ۱: ۶، طبع حیدر آباد کن،

۳۔ ابن حییہ: رفع الملام عن الانہمة الاعلام (اردو ترجمہ) ص ۳۱۲ تا ۳۱۳ طبع طارق اکیڈمی فصل آباد،

﴿ج﴾ مجتهد حدیث کی صحت واستناد سے واقف نہ ہو

اختلاف کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ حدیث تو مجتهد کو پہنچی ہو لیکن اس نے اس پر عمل نہ کیا ہو کہ اس کی صحت اس کے نزدیک ملکوں ہو۔ صحت کو تعلیم نہ کرنے کی کمی وجہات ہو سکتی ہیں مثلاً حدیث کا کوئی راوی امام کے نزدیک مجہول الحال ہو یا کذب سے متهم ہو یا اس کا حافظہ خراب ہو یا وہ حدیث منقطع ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ وہ حدیث دیگر ائمہ کے نزدیک ثقہ راویوں سے بند تصل مروی و منقول ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ائمہ اکثر و پیشتریوں کہہ دیتے:

”اندر ریں مسئلہ میرا قول یہ ہے اور فلاں حدیث پر بتی ہے۔ اگر وہ

حدیث صحیح الاسناد ہے تو پھر میرا قول سمجھی ہے“ (۱)

واقعہ یہ ہے کہ اختلاف رائے کا یہ ایک اہم سبب تھا اور اس کا تعلق مختلف مجتهدین کے اپنے عہد کے حالات اور مقامی واقعات سے بھی تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد ہی سے الی ہوس اور الی ہوئی خصوصاً سبائیوں کی طرف سے وضع حدیث کا فتنہ کھڑا ہو گیا تھا جس نے ممتاز علماء فقهاء اور ائمہ مجتهدین و محمد شین کو چونکا دیا تھا اور وہ علم و تحقیق اور قبول واستناد کی راہ میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے۔ امام عظیم ابوحنیفہؓ تو اس معاملے میں بہت زیادہ مختلط تھے۔ (یار لوگوں نے امام صاحب کی اس احتیاط کو صرف ”سترہ احادیث“ کے علم پر محمول کر دیا۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اکثر اہل علم اپنے ہی شہر کے اساتذہ فن کے علوم کو قبول کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے حالات، ثقافت، ضبط و عدالت اور ورع و تقویٰ کو بخوبی جانتے تھے۔ جبکہ دوسرے شہروں اور علاقوں کے محمد شین اور راویوں کے بارے میں ان کا حقہ تحقیق نہ ہوتی تھی۔ اس لئے وہ ان کی روایت قبول کرنے میں نہایت درجہ حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے۔

(د) مفسوخ ہو نیکی اطلاع نہ ہو:

اممہ مجتہدین میں اختلاف کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اسلام میں ابتداء ایک حکم تھا بعد کو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ بعض اوقات کسی مجتہد کے پاس پہلا حکم پہنچتا ہے، دوسرا نہیں پہنچ پاتا اس طرح وہ پہلے ہی حکم پر عمل پیرا رہتا ہے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ابتداء آگ پر کپی ہوئی چیزوں کے کھانے کی صورت میں وضو کو واجب قرار دیا تھا گویا اسے ناقص وضو مانا گیا تھا، مگر بعد کو آپ ﷺ نے یہ حکم منسوخ فرمادیا۔ غالباً اس شخص کی اطلاع بعض فقهاء مثلاً اصحاب نواہ تک بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ جیسے صحابی رسولؐ تک نہیں پہنچی تھی۔ چنانچہ یہ حضرات اسی پر قائم رہے کہ آگ نیں کپی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو نوٹ جائے گا۔ (۱)

(ه) قرأت کا اختلاف:

قرآن مجید کے منصوص احکام جن کی تعبیر واضح اور ایک سے زیاد مرداو کا احتمال نہ رکھتی ہو، میں بالعموم فقهاء کے درمیان اختلاف رائے نہیں پایا جاتا۔ مددودے چند مواقع ہیں کہ ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف کا بڑا سبب قرأت کا اختلاف ہے۔ اختلاف قرأت کی مشہور مثال آیت وضو میں ”وار جلکم“ کی زیر اور زبردونوں طریقوں سے قرأت ہے۔ زیر کی قرأت میں پاؤں کے دھونے کا معنی ظاہر ہے اور زیر کے ساتھ بادی انظر میں پاؤں پر مسح کا حکم مترش ہوتا ہے۔ روافض نے زیر والی قرأت کو اصل بنایا اور پاؤں پر مسح کو ضروری قرار دیا۔ جمہور فقهاء نے زیر والی قرأت کو اصل مان کر پاؤں کے دھونے کا حکم دیا اور زیر والی قرأت کی تاویل کی۔

۱۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی (حاشیہ) ص ۳۸، طبع نور محمد کراچی،

..... دلالت و تعبیر کی تعین میں اختلاف:

الفاظ کی معنی پر دلالت اور تعبیر کا مفہوم تعین کرنے میں اختلاف رائے فقیہی اختلاف یا ائمہ مجتہدین کے اختلاف کا غالب سب سے اہم اور وسیع الاثر بہبہ ہے۔ اس کی متعدد صورتیں ہیں:

1- اشتراک لفظ:

اس کی ایک صورت "مشترک" کے معنی کی تعین و تحدید ہے۔ مشترک المعنی الفاظ کے معنی کی تعین میں عام طور پر تین صورتوں میں اختلاف کی نوبت آتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ لفظ دو متفاہ معنوں کا اختال رکھتا ہو۔ جیسے عدت کے بیان میں قرآن مجید نے عدت کی مدت "ثلاثۃ القراء" بیان فرمائی ہے۔ لغوی اعتبار سے "قراء" (جس کی جمع قراءہ ہے) کا معنی جیض اور طہر دونوں کے ہیں۔ اختلاف نے پہلے یعنی جیض اور شوافع نے دوسرے یعنی طہر کے معنی کو ترجیح دی۔ ہدایہ اور بدائع الصنائع وغیرہ میں تفصیلی بحث ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ دو ایسے مختلف معنوں کی متجادلش رکھتا ہو جن میں تضاد نہ ہو، جیسے قرآن مجید نے محارمین کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ المائدہ میں "ان يقتلوه ويصلووا لَهُ" فرمایا گیا ہے۔ یہاں اوسے مالکیہ نے اختیار کا معنی اخذ کیا ہے کہ قاضی چاہے تو مجرم کو قتل کر دے اور چاہے تو سولی دے لیکن امام ابو حنیفہ و امام شافعی نے اس لفظ کو تفصیل کے معنی میں لیا ہے کہ رہنمی کے جرم کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان کی سزا قتل ہے اور بعض کی سولی۔

تیسرا یہ کہ لفظ کے معنی میں کوئی اختلاف نہ ہو لیکن عربی قواعد کے اعتبار سے اس میں دو مختلف احوال کو مانا جاسکتا ہو اور دونوں صورتوں میں معنی مختلف ہو جاتا ہو مثلاً آیت دین میں ارشاد الہی ہے: **وَلَا يُضَارُ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ۔**

اس میں "لَا يُضَارُ" سے معروف اور مجہول دونوں صیغہ مراد لئے جاسکتے ہیں۔

2- اسی طرح بعض الفاظ حقیقت اور مجاز دونوں معنوں کا اختال رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے مدلول کے تعین میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ مثلاً: **وَلَا تَنْكِحُوا مَانِكُمْ**۔

کی آیت میں شوافع کا خیال یہ ہے کہ یہاں نکاح کے معنی "عقد نکاح" کے ہیں اس لئے ان کے نزدیک باب کی جائز اور منکوحہ بیویاں ہی اس کے بیٹے کے لئے حرام ہوتی ہیں، جبکہ احتجاف کے نزدیک یہاں نکاح "وطلی" کے معنی میں ہے اس لئے باب نے جس عورت سے وطلی کی ہوگی، وطلی چاہے جائز طریقہ (نکاح) سے ہو یا ناجائز طریقہ (زن) سے، وہ بیٹے پر حرام ہوگی۔

3۔ اسی طرح بعض الفاظ عموم و خصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں اور اسی طرح موجوب اختلاف بن جاتے ہیں۔

5 صیفہ امر و نہی:

علی ہذا القیاس امر و نہی کے صیفی بھی اختلاف کا باعث بنتے ہیں۔ بعض ائمہ کے نزدیک امر کا صیغہ وجود کا اور نہی کا صیغہ تحریم کا متضاد ہوتا ہے اور ان کے ندب یا کراہیت کے معنی لینے کے لئے کسی فریبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جبکہ بعض دیگر فقهاء کے نزدیک امر میں اصل ندب اور نہی میں اصل مفہوم کراہیت ہے اور ان سے انصراف فریبہ کا مقاضی ہے۔ مثلاً آیت مدایت / دین کے تحت اصحاب ظواہرنے قرض کے لئے لکھنا اور گواہ بنانا واجب قرار دیا ہے۔ ابین حرم کا خیال ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ کہنا اور دائیں ہاتھ سے کھانا بھی فرض ہے۔ جبکہ دیگر فقهاء نے ان تمام مسائل میں کتاب و سنت میں آنے والے امر کے صیغوں کو استحباب یا باہت پر محول کیا ہے۔

(ز) حدیث سے استدلال میں اختلاف

مجتہدین میں اختلاف کا ایک اہم سبب بعض احادیث سے استدلال و استنباط بھی ہے۔ بعض فقهاء بعض احادیث سے استدلال کرتے تھے جبکہ بعض ان احادیث سے نہیں کرتے تھے مثلاً حدیث مرسل احتجاف اور مالکیہ کے نزدیک قبل جلت ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والا خود بھی ثقہ ہو اور ثقہ راویوں سے روایت لیتا ہو جبکہ شوافع کے نزدیک حدیث مرسل جلت نہیں ہے۔ (۱)

۱۔ شاہ ولی اللہ، الانصار فی بیان سبب الاختلاف (مترجم) ص ۲۶ طبع علماء اکیڈمی لاہور،

اسی طرح فقهاء عراق امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب متواتر اور مشہور احادیث کے علاوہ ان روایات کو ترجیح دیتے تھے جو کہ فقهاء کے ہاں معتبر ہوتی تھیں اور فقهاء اہل مدینہ امام بالگ اور ان کے اصحاب اور روایات کو ترجیح دیتے تھے، جن پر اہل مدینہ کا عمل ہوتا تھا، جبکہ باقی ائمہ ان تمام روایات کو جماعت تسلیم کرتے تھے جو ثقہ اور عادل راویوں سے مردی ہوں، چاہے وہ فقهاء ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح اہل مدینہ کا ان پر عمل ہو یا نہ ہو۔^(۱)

﴿ح﴾ قیاس کی جیت:

اختلاف کی ایک بنیاد قیاس کی جیت کو تسلیم کرنا اور نہ کرنا بھی ہے۔ ائمہ اربعہ اور عام فقهاء قیاس کو مخصوص کی عدم موجودگی میں ایک دلیل شرعی مانتے ہیں۔ اصحاب ظواہر کے نزدیک قیاس "شجر منوعہ" ہے۔

﴿ط﴾ اصول استنباط کا اختلاف:

نے مسائل و حالات کا حل دریافت کرنے کے لئے مختلف اصول و ضع کرنا اور مقررہ اصولوں کے تحت ان کا حل دریافت کرنا۔ کسی نے اس کے لئے کوئی اصول و ضع کیا اور کسی نے دوسرے اصول سے کام لیا۔

﴿ی﴾ حالات کی نوعیت و ضرورت:

حالات کی ضرورت و نوعیت اور کیفیت میں اختلاف اور انہیں کسی اصول کے تحت لانے اور نہ لانے کے طریقے میں اختلاف ہے۔

اختلافات کے آداب

بیچھے گزر چکا ہے کہ غیر مخصوص اجتہادی اور غیر پیتاً مسائل میں انسانی محفل و فہم اور بصیرت و فراست میں طبعی تفاوت کے باعث اختلاف کارونما ہوتا ایک فطری امر تھا یہ اختلاف اور بحث مباحثہ علمی ترقی کے لئے بھی ضروری تھا، اور تکمیلی و تشریعی مصلحت بھی۔

۱۔ عبد الوہاب خلاف، خلاصہ تاریخ التشریع الاسلامی، ص ۳۷، طبع کویت ۹۱ اور ۱۹۷۱ء

بہر حال صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور دیگر فقهاء میں یہ اختلاف ہوا، اور بے شمار مسائل میں ہوا۔ درسیات میں شامل فقہ کی کتابیں۔ شرح و قایہ، کنز الدقائق خصوصاً ہدایہ اور بدائع الصنائع اور المبسوط للسرخی وغیرہ کا مطالعہ کرنے والا آدمی جانتا ہے کہ عبادات، معاملات، حدود، تزیرات وغیرہ میں علیقہ نہ سایہ مسئلہ ہے جس میں ائمہ کا اختلاف نہ پایا جاتا ہو، مگر اس کے باوجود ان کے پیش نظر اختلاف کے کچھ آداب بھی تھے، ہم ذیل میں چند آداب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

﴿۱﴾ اپنی رائے کو حتمی و قطعی نہ سمجھنا:

صحابہ کرام اور پھر تابعین و ائمہ مجتہدین جب کسی مسئلہ میں اپنے احتجاد اور قیاس سے کوئی شرعی رائے قائم کرتے تو اپنی رائے ہی منوانے پر انہیں اصرار نہ ہوتا، بلکہ کہہ دیتے ہے ”یہ رائے ہے اکر صحیح ہے تو من جانب اللہ ہے اور اکر غلط ہے تو غلطی میری طرف منسوب کی جائے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف منسوب نہ کی جائے۔“ (۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے متعدد مسائل میں مردی ہے کہ:
یہ میری رائے ہے صحیح ہے تو خدا کی توفیق سے ہے، غلط ہے تو
میری اپنی کوتاہی ہے۔ (۲)

﴿۲﴾ اپنی رائے سے رجوع کر لینا:

ائمہ کے اختلاف میں چونکہ اخلاص اور حق طلبی بڑا مقصد ہوتا تھا، اس لئے جب ان کے سامنے اپنے دلائل کے بر عکس زیادہ قوی دلائل آجائتے تھے تو وہ اپنی رائے سے رجوع کرنے میں قطعاً عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ امام ابو حیفۃ سے بڑھ کر کون بڑا امام و مجتہد و فقیہ ہو سکتا ہے، مگر بے شمار مسائل میں آپ کا اپنی رائے سے رجوع ثابت ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کا بھی اپنی رائے سے رجوع کر لینا امر واقع ہے۔

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ج ۱۵، ص ۳ (۲)، (مقالہ فقہ)

۲۔ ابن عبارہ: جامع بیان العلم وفضله (اردو ترجمہ مولانا عبد الرزاق بلح آبادی، ص ۷۵، طبع ندوۃ الحضفین دہلی،

﴿۳﴾ ایک دوسرے کی تغليط نہ کرنا:

اممہ مجتهدین اپنی رائے میں غلطی کے امکان کو رد نہ کرتے تھے۔ انہیں ”المجتهد قد یخطی“ و ”یصیب“ کا فطری عذر معلوم تھا۔ ان کا زیادہ تراختلاف جائز و تجاز اور صحیح و غلط میں نہیں تھا بلکہ صرف اولیٰ عدم اولیٰ اور افضل و غیر افضل کا تھا۔ اس لئے وہ ایک دوسرے کی تغليط نہیں کرتے تھے۔ ابن عبدالبر نے سید بن سعید کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

”فتوى بهيش سے چلے آرہے ہیں۔ ایک مفتی کا فتویٰ دوسرے سے مختلف بھی ہوتا ہے، مگر کوئی کسی کو گمراہ نہیں سمجھتا۔“ (۱)
مولانا مناظر احسن گیلانی نے ابن عبدالبر کے حوالے سے امام عصر حضرت لیث بن سعد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

”فتوى دینے والے لوگ ہمیشہ سے فتوے دیتے ہوئے اگرچہ کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام تھہراتے چلے آرہے ہیں لیکن ان فتوے دینے والوں میں کسی کو نہیں پایا گیا کہ حرام قرار دینے والے یہ سمجھتے ہوں کہ حلال تھہرانے والے بتاہ ہو گئے (یعنی دین سے خارج ہو کر نجات سے محروم ہو گئے) اسی طرح حلال تھہرانے والوں نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ اس مسئلہ میں حرمت کا فتویٰ دینے والے بلاک و بتاہ ہو گئے۔“ (۲)

مسائل میں اختلاف رکھنے کے باوجود آج تک کسی سے یہ مردی نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو غلط سمجھتے ہوں۔ (۳)

۱۔ ایضاً، ص ۱۷۱۔

۲۔ مولانا مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث، طبع مجلس علمی کراچی (سابقہ ڈا جیل) ص ۳۳۲۔

۳۔ مولانا مناظر احسن گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ، ص ۲۲۴، طبع مکتبہ رسیدیہ لاہور،

(۴۲) باہمی احترام:

آئندہ میں باہمی اختلافات چونکہ کسی ذاتی غرض، نام و نمود، پارٹی بازی اور شہرت علی کے لئے نہیں تھے۔ بلکہ محض اپنا اپنا ایک نقطہ نظر تھا۔ اس لئے یہ اختلافات ان کے باہمی تعلقات، مراسم، استفادے اور تنظیم و تحریم میں کبھی رکاوٹ نہ بنے۔ امام ابو حنیفہ کا حریم شریفین جانا، امام مالک سے علی جمالس، مذکورے، افادہ و استفادہ، امام شافعی کا امام مالک اور پھر امام محمد کے پاس علم حاصل کرنا، اسی طرح امام احمد بن خبل کا امام شافعی کی شاگردی اختیار کرنا وغیرہ چند اس محتاج بیان نہیں۔ وہ تو ایک دوسرے کی قبروں کا بھی احترام کرتے تھے۔ امام شافعی کا امام ابو حنیفہ کے مزار پر نماز فخر میں قوت نہ پڑھنا اور یہ فرماتا کہ:

کیف اقتت بحضورۃ الامام و هولا یقول به۔ (۱)

(امام ابو حنیفہ کے سامنے (مزار پر) کیسے دعائے قوت پڑھوں،

جبکہ وہ اس کے قائل نہ تھے۔)

غایت درجے کا احترام نہیں تو اور کیا ہے۔

(۴۵) دلائل کے ساتھ اختلاف

آئندہ مجتہدین کا اختلاف محض اپنے ملک کی ترویج، ہٹ دھرمی، ضد یا کسی قسم کے ذاتی مقاد کے پیش نظر نہیں تھا، بلکہ اس اختلاف کی بنیاد قرآن و سنت، اجماع، صحابہ کے اقوال و آراء اور فتاویٰ و فیصلے اور اجتہاد کے اصولوں کی بنیاد پر ہوتا تھا۔ روایات، اقوال و آثار صحابہ، تابعین کے اجتہادات، انسانی مصالح اور شریعت کے عمومی مزاج کو مد نظر رکھ کر وہ کوئی رائے یا فتویٰ دیتے تھے۔

امام مالک کا کمال النصار:

شعر انی، ابن عبدالبر اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دیگر تذکرہ نگاروں نے امام مالک کا یہ ایمان افروز واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک موقع پر ابو جعفر منصور (عباسی خلیفہ) خود اس بات کی خواہش ظاہر کرتا ہے کہ وہ موطا امام مالک کو دستور کے طور پر ساری مملکتِ اسلامی

میں نافذ کرتا اور باقی فقیہ آراء پر عمل کرنے سے عوام کو روک دینا چاہتا ہے، تو نام مالک آ۔ اپنے آپ ہی کو برحق سمجھتے ہوتے تو اس سے بڑھ کر ان کے پاس کوئی غیبت موقع نہ تھا کہ بزور طاقت اپنا مسلک منوالیتے اور اپنے معاصرین کو نیچا دکھاتے، مگر امام موصوف نے جس کمال انصاف اور حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا وہ آب زریں سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا:

”اے امیر المؤمنین ایسا ہر گز نہ سمجھے کیونکہ مسلمانوں کے پاس (دوسرے فقهاء کے) اقوال پہلے پہنچ چکے ہیں۔ احادیث بھی وہ سن چکے ہیں اور روایات روایت کر چکے ہیں۔ لوگوں کے پاس جوابات پہلے پہنچ چکی ہے وہ اس پر عمل پیدا ہو چکے ہیں۔ پس چاہیئے کہ ہر آبادی کے باشندے جوابیں اپنے لئے پسند اختیار کر چکے ہیں انہی کے ساتھ ان کو چھوڑ دیا جائے۔“

یہ سن کر خلیفہ جس کی زبان سے لکلا ہوا ایک ایک لفظ قانون کا درجہ رکھتا تھا کہا:

”بخدا اگر آپ مجھ سے اتفاق کرتے تو میں اپنے ارادے پر ضرور عمل کرتا۔“ (۱)

اسی طرح بعد میں ہارون الرشید نے جب یہ چاہا کہ موطا امام مالک کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا جائے اور عام مسلمانوں کو اسی کے مطابق عمل کرنے کے لئے کہا جائے تو پھر امام مالک نے فرمایا:

”ایسا نہ سمجھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اسلام کے فروعی مسائل میں باہم اختلاف رکھتے تھے وہی لوگ مختلف آبادیوں میں پھیل گئے۔ ان میں سے ہر ایک حق و صواب پر تھا۔“ (۲)

۱۔ (۱)۔ الشترانی: المیز ان الکبریٰ، طبع قاہرہ، ج اص ۶، ۲۲، قاہرہ۔

(ب)۔ ابن عبد البر: جامع بیان الحلم وفضلہ (اردو ترجمہ) ص ۹۸، طبع ندوۃ الحضنیں دہلی،

(ج)۔ شاہ ولی اللہ: الانصار فی بیان سبب الاختلاف، ص ۲۲، (اردو) طبع مکتبہ رشیدیہ لاہور،

۲۔ الونی: المیز ان الکبریٰ طبع قاہرہ، ۱/ ۳۵

اختلاف ائمہ باعث توسعہ کے فرقہ بندی

قاری محمد طیب صاحب نے ائمہ کے درمیان اختلاف کے علمی و فکری فوائد خارج کرتے ہوئے ایک بڑی خوبصورت مثال کے ذریعے ان اختلافات میں توسعہ کے پہلو کو بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”نیز امت کے لئے اور سہولت بھی بہم پہنچتی ہے کہ ہر مذاق کا طبقہ ہر مذاق کے امام اور اپنے مناسب مذاق علمی پہلو کو لے کر اپنی آنحضرت سنوار سکتا ہے۔ اس صورت میں اسلام ایک ایسے دریا کی مانند ہو گا جس کا ایک ہی گھاث نہ ہو بلکہ متعدد ہوں کہ جو راه گیر جس جانب سے بھی گزرے سیراب ہو سکے اور اسے کسی ایک ہی گھاث کی طرف گھوم کر آنے کی مجبوری لا جن نہ ہو کہ ہر گھاث پر پانی بھی وہی ہے، مزہ بھی وہی ہے، البتہ سمت اور رُخ بدلا ہوا ہے، یا ایک عظیم الشان درخت کے مشابہ ہو گا جس کی ہزاروں شاخیں ہوں اور ہر سمت میں ہوں۔ تاکہ جدھر سے بھی کوئی آئے پھل کھاسکے۔ یا ایک عظیم الشان ایوان کی طرح ہو گا۔ جس میں ہزاروں دروازے ہیں کہ ہر جہت سے آنے والے ہر سمت سے مکان میں داخل ہو سکتے ہیں اور اس کے سامان سے راحت اٹھا سکتے ہیں۔ کسی ایک ہی دروازے سے داخل ہونے کے مجبور نہیں۔“^(۱)

امام شاطری اور ابن عبد البر وغیرہ نے اختلاف ائمہ میں امت کے لئے آسانی اور وسعت کے حوالے سے حضرت صدیق اکبرؓ کے پوتے حضرت قاسم بن محمدؓ کا بڑا عمدہ قول یا تجزیہ نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: حضرت قاسم بن محمدؓ نے فرمایا:

۱۔ قاری محمد طیب: اجتہاد اور تقلید ص ۹۷۔ ۷۰، طبع ادارہ اسلامیہ لاہور، ۱۹۷۸ء،

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے اعمال میں اختلاف سے اللہ نے لوگوں کو بڑا فتح پہنچایا۔ جب آدمی کسی صحابیؓ کے عمل کی پیروی کرتا ہے تو اس خیال سے مطمئن رہتا ہے کہ یہ عمل مجھ سے بہتر آدمی (صحابیؓ) کا ہے۔“ (۱)

صحابہؓ کے اختلاف پر تو خیر یہ بات صادق آتی ہے ہم عامیوں کے لئے بھی حال ائمہ کے اختلاف کا بھی ہے کہ امام مالکؓ کا نہ سہی امام ابو حنیفہؓ کا تو یہ عمل ہے یا امام شافعیؓ کا نہ سہی امام احمدؓ کا تو ہے اور ہم سے بہر حال اور یقیناً سب ہی بہتر اور خیر ہیں۔ اسی طرح معروف فقیر منش اور سرکاری طور پر تدوین حدیث کا اہتمام کرنے والے اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا قول ہے کہ:

”صحابہ کرامؓ کا اختلاف مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پسند ہے“ (۲)

سرخ اونٹ عرب کا ایک محاورہ تھا۔ مراد اس سے ایسی چیز لیتے تھے جس سے زیادہ بہتر اور قیمتی شے دنیا میں نہ ہو۔ پھر اپنے اس خیال کی توجیہ بھی بیان فرمائی کہ:

”اگر ان امور میں ایک ہی فتوی ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔“ (۳)

مختصر یہ کہ ائمہ مجتہدین کے اختلاف میں امت کے لئے تخفیف اور سہولت کا پہلو موجود ہے نہ کہ تفریق کا۔ لیکن اس کا حصول تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب اختلاف کے آداب کی رعایت کی جائے اور بوقت احتیاط اختلاف کے کسی پہلو کو ترجیح دینے کی بجائے اس

ا۔ (الف)۔ امام شاطی: المواقفات (جلد رابع کتاب الاجتہاد تیر امسک) اردو ترجمہ ص ۲۰۰، زیر طبع دیال سکھ لا برری،

(ب)۔ ابن عبد البر: جامع بیان الاعلم وفضل (اردو ترجمہ) ص ۱۷۰، دہلی،

۲۔ امام شاطی: المواقفات (اردو ترجمہ زیر طبع) ج ۳، ص ۲۰۰،

۳۔ ابن عبد البر: جامع بیان الاعلم وفضل (اردو ترجمہ) ص ۱۷۱،

پہلو کو ہی لیا جائے جس میں در پیش مشکل کا آسان حل موجود ہو:

”نظریہ مراعاة الخلاف“ کے تحت امام شاطئی اور شعرانی وغیرہ نے اس تخفیف و سہولت اور توسع کی متعدد مثالیں نقل کی ہیں، جن کی بیہان مجنواش نہیں ہو سکتی۔

”نظریہ مراعاة الخلاف“ کے حوالے سے احتفاف اور ماکیوں میں ماکولات اور مشرود بات میں بعض چیزوں کے اندر اختلاف کے باعث مختلف علاقوں، ممالک اور منطقوں میں رہنے والے اور مختلف طبائع کے لوگوں کے لئے جتنی سہولت اور وسعت کا قدرتی انتظام ہوتا ہے اور یہ اختلافات ائمہ کسی طرح ہر انسان کے لئے دائرة اسلام میں مجنواش پیدا کرتے ہیں، اس سلسلے میں مولانا مناظر احسن گیلانی نے بدی خوبصورت بات کہی ہے، فرماتے ہیں:

”اندازہ لگانے والے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان اختلافات کی بدولت

اسلامی قانون اور اس قانون کے دائرة میں کتنی عظیم و سخت پیدا

ہو گئی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہندہ اسلام سے قصد اور اختیاراً ہی نکلنے کا

جنون کسی پر سوار ہو جائے تو خیر الگ بات ہے ان کو تاہ نصیبوں کا تو

کوئی علاج نہیں، ورنہ یہ کہنا شاید غلط نہ ہو گا کہ جو اسلام ہی کے

دائرة میں جینا اور مرتا چاہتا ہے وہ پائے گا کہ مجنواشوں کے پیدا

کرنے میں اسلام نے کوئی کمی نہیں کی ہے۔ یقیناً ان مجنواشوں کا

ایک بڑا باب ان فقہی اختلافات ہی کی بدولت کھلا ہے اور اسی لئے

بجائے شر کے میں ان اختلافات کو اسلام اور مسلمان دونوں ہی کے

لئے خیر عظیم خیال کرتا ہوں۔“ (۱)